(47)

خدا تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے

(فرمودہ ۲۷؍ جون ۱۹۱۹ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد آیت شریف یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف: ۸۸) تلاوت کر کے فرمایا:-

"اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان اپنے بندے پر جس قدر ہوتے ہیں۔ ان کا شمار کرنا کسی انسان کی طاقت کے اندر نہیں۔ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا خدا کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ ان گنت ہوتی ہیں۔ اور ان کا ذہن میں لانا بھی مشکل ہوتا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کہ کیا کیا انعام اس کے اپنے بندے پر ہیں۔ ملائکہ کو بھی ان بہت سے انعامات کا علم نہیں ہوتا۔ جو اللہ اپنے بندے پر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ بندہ جو بیشمار انعامات کا مورد ہوتا ہے۔ وہ خود بھی نہیں جانتا۔

ہزاروں اُمور بندے کے سامنے آتے ہیں۔ ان پر وہ حیرت کا اظہار کرتا ہے۔ جب کوئی انسان مصیبت میں پڑتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو اس سے نجات دیتا ہے۔ تو وہ خُدا کے اس احسان کا شکریہ ادا کرتا ہے لیکن لاکھوں دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی ہلاکت اور بربادی کے سامان اس کی نظر سے پوشیدہ پیدا ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ پردۂ خفاء میں ہی ان کو دُور کر دیتا ہے اور اس کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ بیسیوں دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جہاں انسان بیٹھنے لگتا ہے۔ اس کے نیچے سانپ یا بچھو ہوتا ہے اور وہ اس کو دیکھ کر پرے ہٹ جاتا اور اس کے ضرر سے بچ جاتا ہے۔ جس پر وہ اگر اس کے دل میں خدا کا خوف اور عظمت ہوتی ہے تو وہ شکر گذار ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے اس ضرر سے بچا لیا۔ مگر جب کبھی وہ رات کو زمین پر سو رہا ہوتا ہے۔ تو بارہا اس کے پاس سے سانپ اور قسم قسم کے موذی جانور گذر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس پر مسلّط نہیں ہونے دیتا۔ اور ان کے حملے سے بچا لیتا ہے۔ بہت دفعہ انسان بیمار ہوتا ہے اور اس کی حالت نہایت خطرناک ہو جاتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کو شفا دیدیتا ہے اور وہ ظاہر کرتا ہے کہ خُدا نے

دوبارہ مجھے زندگی دی اور موت سے بچایا ہے، لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اندر ہی اندر بیماریوں کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو دُور کر دیتا ہے مگر انسان کو اس کا پتہ بھی نہیں لگتا۔

پھر بعض دفعہ انسان کسی مصیبت میں پڑ جاتا ہے۔ لوگوں کی جھوٹی تہمتیں اس کی ہلاکت کا باعث ہونے لگتی ہیں، لیکن خدا اس کی بریت کرتا ہے۔ اگر یہ شکر گذار بندہ ہوتا ہے۔ تو لوگوں کے سامنے خدا کے اس احسان کا ذکر کرتا ہے کہ فلاں نے میرے متعلق یہ کیا اور میرے خدا نے مجھے اس آفت سے بچالیا۔ اکثر دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کے قتل کرنے کے منصوبے کئے گئے۔ جن سے خدا نے اُسے بچالیا۔ اور اس کے دشمنوں کو نقصان پہنچانے کی توفیق ہی نہ دی، لیکن اس کو اس کا کچھ بھی علم نہ ہوا۔ پھر بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص اس کو مارنے کے لیے ڈنڈا اُٹھاتا ہے، لیکن یہ اس کی زد سے بچ جاتا ہے۔ اگر یہ خدا کے احسان کی قدر کرنے والا ہوتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ اگر وہ ڈنڈا میرے سر پر لگ جاتا تو مَیں مرجاتا، لیکن خدا نے اپنے فضل سے مجھے بچالیا مگر اس کے دشمن اس کے مارنے کے لیے جو خفیہ کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ زہر دیدیں اور وہ زہر تیار بھی کر لیتے ہیں۔ تو اس سے اُسے خدا بچالیتا ہے اور اس کا اسے پتہ بھی نہیں ہوتا۔

تو انسان جو شکر گذار ہوتا ہے وہ ان احسانوں کا شکریہ ادا کرسکتا ہے۔ جو اُسے نظر آتے ہیں۔ یا جن کا اُسے علم ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے وہ بڑے بڑے احسان جن کی اُسے خبر بھی نہیں ہوتی۔ ان کا کہاں شکر ادا کرسکتا ہے۔ اور کس طرح ان کو شمار میں لاسکتا ہے۔ پس یہ کسی انسان کی طاقت میں نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرنا تو الگ رہا ان کو گن ہی سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مخالفین نے بڑے بڑے مقدمات کئے۔ جن میں سے ایک مارٹن کلارک کا مقدمہ تھا۔ گو وہ براہ راست قتل کا مقدمہ نہ تھا، لیکن ایسی تحریکات کے متعلق تھا جن کا نتیجہ قتل ہوسکتا ہے اس میں خدا تعالیٰ کے وعدے کے مطابق حق ظاہر ہوا اور حضرت مسیح موعودؑ بری ہوگئے آپ نے خدا تعالیٰ کے اس نشان اور انعام کے شکریہ میں ایک کتاب (کتاب البریہ) لکھی۔ لیکن کیا آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں نے یہی کوشش کی تھی۔ نہیں۔ بلکہ جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا۔ آپ کو آپ کے دشمنوں نے سینکڑوں دفعہ قتل کرنے کی کوششیں زہر کے ذریعہ۔ خنجر کے ذریعہ اور مختلف ذرائع سے کیں۔ غرض بیسیوں دفعہ آپ کے قتل کے منصوبے کئے گئے۔ جن میں کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ ان منصوبوں کو خاک میں ملا دیتا رہا۔

پھر یہ تو وہ واقعات ہیں جو اگر پہلے نہیں تو اب دُنیا کے سامنے آئے، لیکن بہت سے ایسے بھی ہیں

جو تا حال پوشیدہ ہیں - اور وہ بہت ہی زیادہ ہیں۔ کیونکہ جس طرح انسان کے وہ مقاصد تھوڑے ہوتے ہیں۔ جن میں وہ کامیاب ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کے بہت تھوڑے منصوبے ہوتے ہیں۔ جو دُنیا کے سامنے آتے ہیں، لیکن خدا ہی ہے۔ جو اپنے بندوں کو ان خفیہ منصوبوں سے بچاتا ہے۔ اور بندے ان سے قطعاً واقف نہیں ہوتے۔

غرض خدا کے احسان جہانتک دیکھا جاتے اسی کے علم میں ہوتے ہیں۔ کہ کسقدر وہ اپنے بندے پر کرتا ہے۔ ورنہ بندہ ان کو خیال میں بھی نہیں لاسکتا۔

ایسے احسان اور فضل کرنے والے خدا کے متعلق اگر کوئی بدظنی کرتا یا اس کی رحمت سے کسی وقت مایوس ہوتا ہے تو وہ اتنا بڑا جرم اور گناہ کرتا ہے کہ جو کبھی معاف نہیں ہوسکتا۔ دیکھو اگر کوئی کسی پر جو ایک احسان کرے۔ اسکے احسان کی قدر نہ کی جائے۔ تو وہ آیندہ ایسے ناقدرے انسان پر کوئی احسان نہیں کرتا۔ لیکن جس کے اتنے احسان ہوں کہ اس کو گنا ہی نہ جاسکے۔ اس کے احسانوں کی اگر ناقدری اور ناشکری کی جائے۔ تو ایسے شخص سے بڑھ کر کون مجرم ہوسکتا ہے۔

مگر بہت لوگ ہیں جو خُدا سے بہت جلد مایوس ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی رحمت اور فضلوں کا خیال نہیں کرتے۔ بلکہ بعض تو اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ خدا کی رحمت سے مایوس ہونے کو دین سمجھتے ہیں۔ اور ظاہر کرتے ہیں کہ وہ خدا کے خوف کی وجہ سے دُنیا میں دل نہیں لگاتے۔ مگر یاد رکھو۔ محض خدا کے خوف خوف کی اسلام تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ یہ کہتا ہے کہ خدا کا خوف اور رجا دونوں ایک وقت میں ہونی چاہئیں اور اس کا نام ایمان رکھتا ہے۔ ورنہ ایک وقت میں صرف خوف ہی خوف کُفر ہے۔ اور خالی اُمید بھی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ ہاں جب دونوں ایک وقت میں انسان کے اندر جمع ہوں۔ تب اس کا ایمان کامل ہوتا ہے۔ ورنہ اگر کوئی شخص ہر وقت حالت خوف میں رہتا ہے اور خُدا کے فضلوں کی اُمید نہیں رکھتا۔ تو وہ کُفر کرتا ہے اور خدا سے اس کے فضل کی اس رنگ میں امید رکھنا کہ اپنی غلطیوں اور گناہوں کے متعلق اس کی گرفت اور سزا سے بے خوف ہو جانا اور یہ خیال کر لینا کہ خدا اس سے کوئی گرفت نہیں کریگا اور اس کے عذاب سے نڈر ہو جانا یہ گو کفر نہیں، لیکن کُفر تک پہنچا دیتا ہے۔ مومن ان دونوں حالتوں کو اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ وہ کبھی یہ وہم بھی نہیں کرتا کہ خدا کی رحمت اسے چھوڑ دیگی۔ اور نہ وہ کبھی اس طرح بے خوف ہوتا ہے۔ کہ میں خواہ کچھ بھی کرتا چلا جاؤں وہ مجھ کو معاف کر دیگا۔ پس ایمان اس وقت کامل ہوتا ہے۔ جب کہ بندہ کے دل میں خدا کا خوف اور اس کی اُمید دونوں ہوتے ہیں۔ خدا نے ہرگز یہ تعلیم نہیں دی کہ تم ہر وقت مجھ سے خوف زدہ ہی رہو۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ خوف بھی رکھو۔ اور

خواہ کتنی ہی بڑی مصیبت ہو۔ اس میں میری رحمت سے بھی مایوس نہ ہو۔ کیونکہ جو خدا کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔ وہ یہ کہ جس طرح ایک شخص پر اگر کوئی ادنیٰ سا احسان کرے اور وہ اس کی قدر نہ کرے۔ تو پھر اس پر اس شخص کی طرف سے احسان نہیں کیا جاتا، لیکن جب کوئی شخص خدا کے اتنے بڑے بڑے احسانات کے ہوتے ہوئے یہ کہے کہ اس نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہی نہیں یا اب نہیں کرے گا۔ تو خدا ایسے شخص سے اپنے انعامات کو روک لیتا ہے۔ ہاں عام احسان تو اس کے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ یہاں انعام روکے جانے سے وہ انعام مراد ہیں۔ جو خاص ہوتے ہیں۔ کیونکہ عام احسان اس کی رحمت عامہ کا نتیجہ ہوتے ہیں مگر جو خاص انعام ہوتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ روک دیتا ہے۔

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے۔ اس میں حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو کہا کہ اے میرے بیٹو! خدا کی رحمت سے ناامید اور مایوس نہ ہو۔ کیونکہ خدا کی رحمت سے مایوس کافر ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مایوس کافر ہوا کرتا ہے۔ اور مومن کا کسی حالت میں بھی مایوس ہونا ممکن نہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک شخص مومن ہو اور خدا کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔

درحقیقت مایوسی ایسی خطرناک مرض ہے کہ مایوس ہونے والے دین و دنیا دونوں میں ناکام رہتے ہیں، لیکن جو مایوس نہ ہوں۔ ضرور کامیاب ہو جاتے ہیں۔

جس سال میں نے امتحان (انٹرنیس) دیا تھا۔ اسی سال ایک ہندو نے بی۔ اے کا امتحان دیا تھا۔ اور اس کا بیٹا بھی اسی سال بی۔ اے کے امتحان میں شامل ہوا۔ اور اس شخص نے متواتر چھ سال تک امتحان دیا، مگر ناکام ہوا۔ آخر ساتویں سال کامیاب ہو گیا، ان سات سالوں میں ایک دفعہ بھی وہ مایوس نہیں ہوا۔ یہ تو دنیاوی طور پر مایوس نہ ہونے کی ایک مثال ہے۔

اسی طرح ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ انہوں نے بیس برس تک دُعا کی اور نتیجہ کچھ نہ ہوا۔ ان کا ایک مُرید آیا اور ان کے پاس ٹھہرا۔ رات کو جب حسب معمول انہوں نے دُعا کی۔ تو جواب ملا کہ تیری دُعا منظور نہیں ہو سکتی۔ مُرید نے بھی اس آواز کو سُن لیا۔ اور بہت حیران ہوا، لیکن ادب سے خاموش رہا۔ دوسرے دن پھر انہوں نے دعا کی اور جواب ملا کہ تو خواہ کچھ کرے تیری دعا منظور نہیں ہو سکتی مُرید دوسرے دن سنکر اور بھی حیران ہوا، لیکن پھر بھی ادب کے باعث خاموش رہا۔ تیسرے دن پھر اُن بزرگ نے دُعا کی۔ اور وہی جواب ملا۔ اب تو وہ مرید خاموش نہ رہ سکا۔ جی میں تو کہا۔ ہم تو ان کو بزرگ مانتے تھے، لیکن اب معلوم ہوا کہ خدا کی درگاہ میں ان کی کچھ قدر نہیں ہے۔ اور اُس نے ان سے کہا کہ میں تین دن سے سُن رہا ہوں۔ آپ کو یہی جواب ملتا ہے کہ تمہاری دُعا قبول نہیں ہو سکتی۔ پھر آپ کیوں دُعا مانگتے ہیں۔ پہلے دن آپ

کو یہی الہام ہوا۔ دوسرے دن بھی ہوا۔ اور پھر تیسرے دن بھی ہوا۔ آپ دُعا کرنے سے باز کیوں نہیں آتے ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے بیوقوف تو تین دن میں ہی گھبرا گیا ۔ میں تو بیس سال سے متواتر یہی جواب سُن رہا ہوں۔ میں نہیں گھبرایا ۔ کیونکہ مانگنا میرا کام ہے اور دینا خدا کا ۔ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے اور میں اپنے کام کا ذمہ دار ۔ میں محتاج ہوں کہ اس سے مانگوں اور وہ مختار ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے ۔ پس وہ اپنا کام کرتا ہے میں اپنا ۔ تو اس میں دخل دینے والا کون ہے ۔ لکھا ہے کہ اس کے بعد جب اس بزرگ نے دُعا کی تو الہام ہوا کہ چونکہ تو میری رحمت سے مایوس نہیں ہوا ۔ اس لیے تُو نے بیس برس میں جتنی دُعائیں کی ہیں وہ سب کی سب قبول کر لی گئی ہیں ۔

یہ تو مثال ہے زید و بکر کی ، لیکن ہر شخص کے لیے اس کی اپنی ذات میں ہزاروں اور لاکھوں مثالیں ہیں مگر افسوس کہ لوگوں کو یاد نہیں رہتیں ۔ اگر وہ غور کرینگے تو دیکھیں گے کہ خدا نے کئی بار عین ناامیدی کی حالت میں انہیں اُمید کی جھلک دکھائی ۔ ناکامیوں میں کامیابی کی راہ بتائی جب تمام دنیاوی سامان منقطع ہو گئے تھے ۔ اس وقت اپنی تجلی دکھائی ۔ اور یہ مثالیں کافی سے زیادہ ہر شخص کو ملیں گی ۔ مگر باوجود اسقدر مثالوں کے لوگ خدا کی رحمت سے مایوس ہی ہو جاتے ہیں ۔ کوئی بلا آئی ، تو خیال کر لیتے ہیں کہ یہ تو ان کا کام ہی تمام کر دیگی ۔ اور وہ خدا کی رحمت سے غافل ہو جاتے اور باوجود خدا کے بے شمار احسانات کو اپنے وجود پر مشاہدہ کرنے کے خدا کی رحمت کو بُھول جاتے ہیں ۔ ایسے لوگوں پر اگر خدا کی قہری تجلی ان کی آزمائش کے لیے آتی ہے ۔ تو بھی وہ اپنی رستگاری سے مایوس ہو جاتے ہیں ۔ اور جب صرف اُمید ہی اُمید کرتے ہیں ۔ تو بھی خدا کے احسانات کو بُھلا دیتے ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ انعامات سے محروم کر دیئے جاتے ہیں ۔ پس یاد رکھو کہ کامیاب وہی ہوتا ہے جو دونوں حدوں کے درمیان رہتا ہے ۔

مجھے اس وقت خوف کے متعلق کچھ بیان نہیں کرنا ، بلکہ میں مایوسی کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں سو یاد رکھو کہ مایوس نہ ہونے کا گُر اللہ تعالیٰ نے ایسا تعلیم کیا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان ہر میدان میں کامیاب ہو سکتا ہے ۔ ہماری جماعت کے ایک مخلص ہیں ۔ جو ایم ۔ اے ہیں اور عربی میں بھی بہت قابل ہیں ۔ وہ کئی سال سے ایک بیماری میں مُبتلا تھے اور کسی کام کے کرنے کے قابل نہ رہے تھے ۔ آخر وہ گھبرا گئے اور انہوں نے مجھے لکھا کہ اب میں اس حالت تک پہنچ گیا ہوں کہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا ۔ میں اپنی ملازمت کو چھوڑ کر اپنے گھر بیٹھ جاؤنگا ۔ میں نے ان کو اُس وقت خط لکھا ۔ جس میں تحریر کیا کہ میں آپ کو ایک نسخہ لکھتا ہوں ۔ اگر آپ اس پر عمل کرینگے تو انشاء اللہ ضرور فائدہ

اُٹھائیں گے۔ اور وہ یہ کہ سوتے وقت کثرت سے اس آیت کو پڑھیں اور دل میں جگہ دیں کہ لَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ۔ پھر دیکھیں کیا نتیجہ ہوتا ہے اس پر جب انہوں نے عمل کیا تو آرام ہو گیا۔ اور اب عمدگی سے اپنا کام کرتے ہیں اور اگر بالکل نہیں تو بہت حد تک ان کی تکلیف رفع ہو گئی تو یہ آیت ان کے لیے شفا کا موجب ہو گئی۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کی آیتیں ٹونے کی طرح ہیں۔ بلکہ یہ اس لیے ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے۔ اور ان کے مضامین کو اپنے دل میں جگہ دی جائے۔ بات یہ ہے کہ قدرت نے اُمید میں اس قسم کے سامان رکھے ہیں کہ اگر انسان مایوس نہ ہو تو کامیابی کے ذرائع پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور قدرت نے انسان کے وجود میں ایسی طاقتیں رکھی ہیں جو تمام روکوں کو دُور کر دیتی ہیں۔ اگرچہ ہم نہیں جانتے۔ کہ وہ کیا ہیں۔

دیکھو۔ مایوس نہ ہونے سے دو نتیجہ حاصل ہوتے ہیں۔ ایک دینی اور دوسرا دنیاوی۔ دُنیا میں قاعدہ ہے کہ انسان جس پر سہارا لگاتا ہے۔ وہ اس کی مدد کرتا ہے۔ پس اگر خدا جو سب سے بڑھ کر محسن ہے۔ اگر اس پر انسان کو بھروسہ ہو تو پھر کیسے ضائع ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ دو قسم کے گداگر ہوتے ہیں۔ جو کسی دروازے پر جاتے ہیں اور صدا دیتے ہیں۔ اگر کسی نے کچھ دیدیا تو لے لیا۔ ورنہ اگلے دروازے پر چلے گئے۔ لیکن خرگدا وہ ہوتے ہیں۔ کہ جب تک ان کو کچھ دیا نہ جائے وہ ٹلتے ہی نہیں گھر والے گالیاں دیتے ہیں۔ اور بُرا بھلا کہتے ہیں۔ مگر وہ اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اور اس وقت تک دروازہ سے ہٹتے نہیں۔ جب تک کہ کچھ لے نہ لیں خواہ راکھ کی چٹکی ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ بندہ سے اس طریق سے مانگنا شرک ہے۔ لیکن خدا کے آگے بندے کو اسی قسم کا فقیر بننا چاہیئے۔ اور یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری دستگیری کرے گا اور مجھے خالی نہیں رہنے دیگا۔ اور حق یہی ہے۔ کہ اتنی بڑی درگاہ سے کوئی انسان خالی رہ ہی نہیں سکتا۔ پس اگر ایک اس قسم کی بھی مصیبت ہو کہ جو اس شخص کی ذات میں کچھ نقائص کی وجہ سے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ ان نقائص کو بھی دُور کر سکتا ہے۔ پس جب انسان کو یہ یقین ہو جائے تو وہ ناکام نہیں ہوتا۔ ہاں اس کو اس بات پر پورا پورا ایمان ہونا چاہیئے کہ جس خدا نے مجھے دینا ہے اور جس سے مَیں مانگتا ہوں وہ دے سکتا ہے۔ اور میری کمزوریوں کو دُور فرما سکتا ہے۔ وہ گرتے کو سنبھال سکتا ہے اور وہ بے سامان کے لیے سامان مہیا کر سکتا ہے۔ جب ایسا ایمان حاصل ہو تو خدا تعالیٰ ضرور کامیاب کر دیتا ہے۔

روس کا ایک قصہ ہے کونٹ ٹالسٹائے ایک بہت بڑا امیر تھا۔ اور آج کل روس میں بغاوتوں کا جو سلسلہ چلا ہوا ہے۔ اس کا بانی مبانی اسی کو سمجھا جاتا ہے۔ وہ ہمارے سلسلہ سے بھی واقف تھا مفتی صاحب

نے اس کو کتابیں بھیجیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مختصر حالات لکھے تو اُس نے جواب میں لکھا کہ آپ کی تعلیم مجھے پسند ہے، لیکن مسیح کے بے باپ پیدا ہونے پر آپ کو زور دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر خداوند کی ماں نے گناہ کیا تو اس سے خداوند یسوع مسیح پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ پس اس کا باپ تھا۔ اس کے اجداد کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ جس سے ان کو کونٹ کا خطاب ملا۔ اس کے مورث اعلیٰ کا نام ٹالسٹائے تھا اور وہ روس کے شہنشاہ کے ہاں دربان تھا۔ ایک دفعہ شہنشاہ نے اسے کہا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ میرے کمرے میں کسی کو نہ آنے دو۔ اور نہ کسی کے اندر آنے کی اجازت مانگو۔ وہ پہرہ دے رہا تھا کہ شاہی خاندان کا ایک شہزادہ آیا۔ اور اُس نے اندر جانا چاہا۔ ٹالسٹائے نے اس کو روک دیا۔ شہزادے نے کہا کہ تم جانتے ہو میں کون ہوں۔ اس نے کہا ہاں میں جانتا ہوں۔ آپ شاہی خاندان میں سے ہیں۔ اس نے کہا پھر مجھے کیوں روکتے ہو۔ اس زمانہ میں روس کے قواعد کے ماتحت شہزادوں کے لیے اجازت کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ جب چاہیں شہنشاہ کے ہاں آجا سکتے تھے۔ ٹالسٹائے نے کہا کہ میں آپ کو شہنشاہ کے حکم کے ماتحت روکتا ہوں۔ اس نے سنکر بُرا منایا کہ یہ عام آدمیوں میں سے ہو کر مجھے جو شاہی خاندان سے ہوں کیوں روکتا ہے۔ روس میں شہزادے عوام سے بہت امتیاز رکھتے تھے۔ جب ٹالسٹائے نے اس کو روکا۔ تو اس نے کوڑا مار کر کہا کہ ہٹ جاؤ، وہ ہٹ گیا، لیکن جب شہزادہ اندر جانے لگا۔ تو اس نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں آپ کو اندر نہیں جانے دوں گا۔ شہزادے نے کہا کہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ ہٹ جاؤ۔ اس نے کہا کہ میں ہٹ گیا تھا، لیکن چونکہ آپ اندر جانے لگے ہیں۔ اور اندر جانے سے بادشاہ نے روکا ہوا ہے۔ اس لیے میں آپ کو اندر نہیں جانے دیتا۔ شہزادے کو اس پر اور زیادہ طیش آیا۔ اور اس نے ٹالسٹائے کو خوب مارا۔ وہ سر جھکائے کھڑا مار کھاتا رہا۔ جس پر شہزادے نے خیال کیا کہ اب یہ درست ہو گیا ہو گا، لیکن جب اس نے پھر اندر جانا چاہا۔ تو ٹالسٹائے نے پھر روک دیا اس پر شہزادے کو بہت ہی غصّہ آیا۔ پھر وہ مارنے لگا، بادشاہ نے ابتداء میں ہی شور سُن لیا تھا۔ اور جو کچھ ہو رہا تھا اسے کسی پوشیدہ مقام سے دیکھ رہا تھا۔ اس موقع پر اس نے آواز دی۔ کون ہے؟ اور یہ کیا ہو رہا ہے؟ شہزادے نے غصّہ میں کہا کہ میں اندر آنا چاہتا ہوں، لیکن یہ غلام مجھے روکتا ہے۔ اور اندر نہیں آنے دیتا، اس لیے میں اسے مارتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا! ٹالسٹائے اِدھر آؤ۔ جب وہ گیا تو کہا تم جانتے ہو یہ کون ہے؟ اُس نے کہا۔ حضور میں جانتا ہوں۔ یہ شاہی خاندان کا ممبر ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ شاہی خاندان کے ممبروں کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ جواب دیا کہ ہاں۔ پوچھا۔ پھر کیوں تم نے اُسے اندر آنے سے روکا۔ اُس نے کہا، اس لیے کہ وہ بادشاہ جس نے ان کو اندر آنے

کی اجازت دی ہوئی ہے اُسی نے مجھے اب حکم دیا تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دوں۔ بادشاہ نے شہزادے کو کہا کہ تمہیں اس نے کہا تھا کہ مَیں بادشاہ کے حکم سے روکتا ہوں۔ اس نے کہا۔ ہاں! بادشاہ نے کہا۔ پھر تم کیوں نہ رُکے اُس نے کہا مجھے ہر وقت اندر آنے کی اجازت ہے۔ بادشاہ نے کہا بیشک تمہیں عام حالتوں میں اندر آنے کی اجازت ہے، لیکن اب جب مَیں نے خاص طور پر روکا تھا تو پھر تم کیوں نہ رُکے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ٹالسٹائے کو کہا، ٹالسٹائے اس نے تمہیں اس لیے مارا ہے کہ تم نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی۔ اچھا اب تم اسی کوڑے سے اسے مارو۔ شہزادے نے کہا کہ مَیں فوج میں فلاں عہدہ رکھتا ہوں، قاعدہ کے مطابق اس عہدے والے کو ایک سپاہی نہیں مار سکتا۔ ہم مرتبہ ہی سزا دے سکتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ٹالسٹائے مَیں تمہیں وہی عہدہ دیتا ہوں۔ جو اس کو حاصل ہے۔ پھر شہزادے نے کہا کہ یہاں کے شہزادوں کو کوئی اس وقت تک سزا نہیں دے سکتا جب تک کہ خود نواب نہ ہو۔ زار نے کہا مَیں زار روس ٹالسٹائے دربان کو آج کونٹ بناتا ہوں۔ سو ٹالسٹائے اب مارو۔ پھر اس نے اُسے اُسی کوڑے سے مارا۔

اِس طرح وہ دربان سے نواب بن گیا۔ اور اس کے رستہ میں شہزادہ کو سزا دینے کے لیے جو روکیں حائل تھیں وہ ہٹا دی گئیں۔ کیونکہ اس نے اپنے بادشاہ کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری کی۔ اسی طرح خدا کیلئے جو فرمانبرداری اختیار کرتا ہے اس کے رستہ میں اگر روکیں بھی ہوں تو خدا وہ تمام روکیں دُور کر دیتا ہے اور اگر کسی مدعا کے حصول کے لیے دولت کی ضرورت ہو تو وہ دولت دے دیتا ہے۔ اگر زمین کی ضرورت ہو تو زمین دے دیتا ہے۔ اگر مال عزت اور رُتبہ کی ضرورت ہو تو یہ عطا کر دیتا ہے۔ اور اگر دینی ضروریات میں ولی بنانے کی ضرورت ہو۔ تو ولی بنا دیتا ہے۔ اگر صدیق بنانے کی ضرورت ہو تو صدیق بنا دیتا ہے۔ اگر شہیدوں میں سے بنانے کی ضرورت ہو تو شہید بنا دیتا ہے۔ اور سب سے آخر اگر نبی بنانے کی ضرورت ہو تو نبی بھی بنا دیتا ہے۔ کیونکہ نبی خُدا ہی بنایا کرتا ہے۔ تو جسقدر بھی نقائص انسان میں ہوں۔ خُدا اپنے فضل اور رحمت سے ان سب کو دُور کر دیتا ہے۔ پس ہر وقت اور ہر گھڑی خدا پر بھروسہ ہونا چاہیئے۔ اور اس کی رحمت سے کبھی مایوس اور بدظن نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ خدا وہ تمام سامان پیدا کر دیتا ہے۔ جو انسان کی ترقی اور کامیابی کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ اور وہ خدا جو انعام دیتا ہے۔ وہی ان کے حصول کے سامان بھی عنایت کرتا ہے۔

یہ تو رُوحانی طور پر تھا جسمانی طور پر بھی یہی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے سامان رکھے ہیں جنکو ہم نہیں جانتے، لیکن یہ جانتے ہیں کہ اگر مایوسی ہو۔ تو انسان کامیاب نہیں ہوتا۔ اور اگر مایوس نہ ہو تو ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں یا انسان کے جسم میں ہی اس قسم کے تغیّرات رونما ہو جاتے ہیں کہ وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس

وقت اگر اسے جسمانی طاقت کی ضرورت ہو تو وہ دیدیتا ہے۔ اگر حافظہ کمزور ہو تو اسے قوی کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اور جس بات میں کمی یا نقص ہو۔ اس کو پوری طاقت اور قوت دیدیتا ہے لیکن یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی رحمت پر اُمید رکھنے سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اسی کے نتیجہ میں اس قسم کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی کا دوسرا نام مسمریزم اور توجہ رکھا گیا ہے۔ جن مریضوں کا یہ خیال ہو کہ ہم تندرست نہیں ہوسکتے اور وہ اپنی صحت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ ان کو صحت نصیب نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو خدا تعالیٰ سے نا اُمید ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے کسی مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ہاں جب انسان خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ زمین و آسمان کو اس کی تائید کے لیے کھڑا کر دیتا ہے۔ دُنیا میں جتنی وبائیں پڑتی ہیں ان کی ایک وجہ مایوسی ہوتی ہے۔ چنانچہ انہی دنوں ایک عام بخار تھا جس کو قحط کا بخار کہا جاتا ہے۔ اس میں جو لوگ زیادہ مرے ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کو روٹی نہیں ملتی تھی۔ بلکہ بنا یہ تھی کہ آیندہ کے متعلق ان کو قحط کو دیکھ کر جو مایوسی اور نا اُمیدی ہوگئی تھی۔ اس نے ان کے جسم کو مرض کے قبول کرنے کے قابل بنا دیا تھا۔ ورنہ ان میں سے اکثر ایسے لوگ بھی تھے۔ جو آسودہ حال یا کم از کم دونوں وقت پیٹ بھر کے کھانا کھانے کی مقدرت رکھتے تھے۔ اسی طرح اور سینکڑوں بیماریاں ہیں جن کا باعث مایوسی ہوتی ہے۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اب ہم کیا کرینگے۔ اب کیا ہوگا۔ بھوک سے مر جائیں گے۔ حالانکہ جس وقت وہ یہ خیال کر رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کے پاس کھانے کو موجود ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں جب انفلوائنزا پھیلا۔ تو اس میں زیادہ مسلمان مرے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مسلمان چونکہ زیادہ غریب ہیں۔ اسواسطے انہیں اپنی آیندہ حالت کے متعلق زیادہ مایوسی لاحق ہوئی۔ اور ان کے جسموں نے اس مرض کو زیادہ قبول کیا اور وہ ہندوؤں کے مقابلہ میں زیادہ مرے۔ پھر اس سے یورپین لوگ زیادہ مرے جس کی وجہ یہ تھی کہ یورپ میں چار سال جنگ رہی۔ اس سے ہر ایک سلطنت کو یہی خیال تھا کہ ہماری حکومت گئی۔ اس لیے وہاں کے لوگوں کو جنگ کے صدمات نے بیماری قبول کرنے کے لیے تیار کر دیا تھا۔ پس قحط اس کا باعث نہیں ہوا۔ بلکہ وہ مایوسی اس کا باعث ہوئی۔ جو قحط کے خیال سے پیدا ہوگئی۔ کیونکہ قحط نے ان سب لوگوں کی جو اس سے مرے۔ یہاں تک حالت نازک نہیں کر دی تھی کہ وہ بھوکوں مر گئے ہوں۔ اگر اس طرح مرے ہیں۔ تو بہت تھوڑے۔ مگر ایک مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ اس قسم کی مایوسیوں کا شکار ہو۔ وہ ہر وقت اور ہر حالت میں خدا سے اُمید رکھتا ہے پس مومن کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ کیونکہ مایوس کافر ہوتا ہے۔ اور نہ مومن کو محض اُمید ہی اُمید ہوتی ہے۔ بلکہ مومن میں یہ دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ بھی فرماتے تھے بلکہ سب کے سردار

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہی فرمایا ہے کہ خُدا کے غضب سے ڈرو، مگر اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ کیونکہ محض خوف کُفر ہے۔ ایک ایسا شخص جسے ہر وقت یہی خیال ہو کہ خدا مجھے ہرگز نہیں چھوڑے گا۔ ضرور سزا دیگا اور کسی امر کے متعلق مایوسی کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے وہ اس کی رحمت کو بھول جاتا ہے۔ مگر تم یاد رکھو کہ کوئی بڑے سے بڑا سانحہ تمہیں مایوس نہ کرنے پائے۔ تم ہمیشہ یہ یقین رکھو کہ خدا ہے اور اس کی رحمت ہر مصیبت سے تمہیں نجات دے سکتی ہے۔ پس کوئی آفت نہ ہو۔ جو تمہیں مایوس کر سکے۔ کوئی تکلیف نہ ہو۔ جو تمہیں نا اُمید کر سکے۔ کوئی دُکھ نہ ہو۔ جو تمہیں نا اُمید کر سکے۔ تمہارا اس خُدا کے ساتھ تعلق ہے۔ جو ہر ایک بڑی سے بڑی مصیبت اور روک کو دُور کر سکتا ہے۔ اگر تم یہ بات یاد رکھو۔ تو تمہارے راستہ میں اگر مصائب کے پہاڑ بھی آجائیں تو وہ دُور کر دیئے جائیں گے۔ تمہیں ہر مقصد اور مدعا میں کامیابی نصیب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت پر رحم کرے اور اسی نقطہ ایمان پر کھڑا کرے۔ جب ایسا ایمان حاصل ہو جائیگا۔ تو خُدا اپنی اصلی معرفت اور اپنی اصلی شان کے ساتھ تمہیں نظر آجائے گا۔

(اتنا فرما کر حضور بیٹھ گئے۔ جب دوسرے خُطبہ کے لیے کھڑے ہوئے۔ تو فرمایا)

میں نے مایوسی کے متعلق بتایا ہے کہ یہ ہلاکت کا باعث ہوتی ہے اور یہ ثابت شدہ بات ہے کہ جس مریض کو یہ یقین ہو جائے، کہ میں نہیں بچوں گا۔ وہ نہیں بچ سکتا۔ ڈاکٹر اپنی کتابوں میں اس کو موت کی علامتوں میں سے ایک علامت بتاتے ہیں چونکہ انہوں نے علم النفس یعنی وہ علم جس سے قلبی کیفیات معلوم ہوتی ہیں۔ نہیں پڑھا ہوتا کہ جذبات کا کیا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے انہوں نے اس کو علامت قرار دیدیا۔ ورنہ یہ علامت نہیں یہ خیال ہی جو کہ مایوسی ہے۔ ان کی موت کا باعث ہوتا ہے۔"

(الفضل ۸ ر جولائی ۱۹۱۹ء)